مودودی عرفان
فی
تفہیم القرآن
تصنیفِ لطیف
حضرت مولانا عبدالوہاب خان قادری رضوی زید مجدہٗ لاڑکانہ
مکتبہ
قاسمیہ
برکاتیہ
حیدرآباد

مودودی عرفان فی تفہیم القرآن

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا عبدالوہاب خان قادری رضوی زید مجدہٗ - لاڑکانہ

ناشر

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

نام کتاب ——— مودودی عرفان فی تفہیم القرآن

مصنف ——— محمد عبدالوہاب خاں قادری رضوی

کتابت ——— محمد یوسف قادری خوشنویس

پروف ریڈنگ ——— ابوحماد احمد میاں برکاتی

مطبع ———

ناشر ——— مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد

بار دوم ——— دسمبر ۱۹۸۳ء

تعداد اشاعت ——— ایک ہزار

قیمت ——— 5/-

ملنے کا پتہ

۱۔ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، دارالعلوم احسن البرکات، نزد ہوم اسٹیڈ ہال، حیدر آباد (سندھ)

۲۔ مولانا عبدالوہاب خاں قادری، مولا چوک، لاڑکانہ

۳۔ مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، لوہاری دروازہ، لاہور

عرض ناشر

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد سندھ۔ ۱۹۵۸ء سے دینی کتب کی اشاعت میں مصروف ہے۔ اب تک اس ادارے کی جانب سے بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں، جن میں ہمارا اسلام پانچ حصے، درود و سلام، چہل احادیث، دعائیں، حقوق الاولاد مع احکام عقیقہ، تحفہ رمضان، تحفہ عید الفطر، احکام قربانی، تحفہ محرم الحرام، آئینہ حق نما، مباحث امامت اور دیگر رسائل شامل ہیں۔

عرصۂ دراز تک اشاعتی کام تعطل میں رہنے کے بعد اب دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے، ہم فاضل مؤلف حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنے رسالہ "مودودی عرفان فی تفہیم القرآن" کی اشاعت کے لیے ہمیں اعزاز بخشا۔

انشاء اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کے بعد، ایسی کتب کو منظر عام پر لانے کا پروگرام ہے جو اس وقت نایاب اور کمیاب ہیں۔

فاضل مؤلف نے اپنے اس رسالہ میں بڑے مؤثر انداز میں، عقائد اہلسنّت سے متصادم، نام نہاد مفکرین کی آراء اور خیالات باطلہ کی تردید فرمائی ہے۔

مولائے کریم ہمیں اپنے حبیب پاک کے صدقہ اور طفیل نیک راہ پر چلائے اور حسن عمل کے ساتھ ساتھ حسن خاتمہ کی توفیق بخشے۔ (آمین)

مدیر، مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ

متصل دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

پیش لفظ

ہر مسلمان صحیح العقیدہ کے لیے سب سے بڑی نعمت، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور محبت کا معیار یہ ہے کہ مسلمان ان کے نام پر اپنی جان تو قربان کر دے۔ لیکن سرور کائنات، فخر موجودات علیہ التحیۃ والثناء کی شانِ طیّبہ میں ادنٰی سی بے ادبی، بلکہ اس کا تصور اور شائبہ بھی ذہن میں نہ آنے پائے۔

ماضی قریب میں بہت سے ایسے بے ادب گزرے ہیں، جو شیطانِ لعین کے دام فریب میں آکر بارگاہِ رسالت میں گستاخیاں کر کے اپنا ایمان لُٹا اور گنوا بیٹھے، مگر اپنی انا کی خاطر توبہ کئے بغیر ہی دنیا سے چل دئے، آج بھی بہت سے سادہ دل اپنی لاعلمی میں ان کی پیروی کر کے خدا اور رسول کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔

بہت سے نادان عاقل ایسے بھی ہیں، جو ان کی غلطیوں کو سمجھنے کے باوجود، محض ان سے اپنی عقیدت کی بنا پر، زبان کھولنا کفر سمجھتے ہیں۔

ہمارے دور میں ایسے ہی ایک مفکر ابوالاعلیٰ مودودی ہیں، جو اپنی کئی کتابوں میں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی شان مبارک میں ایسے الفاظ استعمال کر گئے ہیں جنہیں وجہ تخلیق کائنات کی ارفع اور بلند ذات کی شان سے منسوب کرنا بھی گناہ ہے۔

اسی کے ساتھ موصوف کے قلمِ گمراہ نے صحابہ کرام، اولیاء کرام اور ائمہ وفقہائے اسلام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی نہیں بخشا ہے۔

رسائل و مسائل، تجدید و احیائے دین، سیاسی کشمکش، ترجمان القرآن،

اور تنقیحات وغیرہ میں ایسی مثالیں اور عبارتیں بکثرت موجود ہیں [۱]۔
اس پرانے پاپ کے ساتھ ساتھ اب مودودی صاحب نے تفہیم القرآن لکھ کر رہی سہی کسر پوری کر کے گویا اپنی تمام سابقہ تصنیفات، پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

اس تفسیر کا بڑا شہرہ سنا جا رہا تھا، لیکن دیکھنے پر یہ انکشاف ہوا کہ جس طرح ان کی دیگر کتب میں، جگہ جگہ، گمراہی اور اجتہاد باطل کے نمونے نظر آتے ہیں، اسی طرح تفہیم القرآن میں، بے شمار مقامات پر تفسیر بالرائے سے کام لے کر ضلالت کا ایک نیا باب کھولا گیا ہے۔

مخدوم و مکرم حضرت مولانا محمد عبدالوہاب خاں صاحب قادری رضوی زید مجدھم نے جو ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ فکر پختہ بھی رکھتے ہیں، اس رسالہ میں تفسیر و ترجمہ کی بہت سی فنی اور اعتقادی گمراہیوں اور غلطیوں کو بڑے مختصر اور جامع انداز میں نمایاں کیا ہے جس سے تفہیم القرآن لکھنے کے پس منظر اور مودودی صاحب کے عقائد کا پتہ چلتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پوری تفہیم القرآن کا حقیقت کی آنکھ سے جائزہ لے کر عوام کو اس فتنہ سے آگاہ کیا جائے کہ اس میں نوجوان نسل کے ذہن کو بالخصوص، کس قدر مہذب طریقہ پر راہ ہدایت سے موڑنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے عقائد صحیحہ سے بالکل دور ہو جائیں۔

اور یہ کام اہل علم ہی کا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داری پوری فرمائیں، فاضل مؤلف نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ تو قدم اول کے طور پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ البقرہ کے چند حصوں کا مطالعہ فرما کر، تفہیم کے غلاف میں لپٹی ہوئی اس گندگی کو ظاہر کیا جو کعبہ میں بت خانہ کے مترادف ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو، جماعت اسلامی از ارشد القادری علامہ، شیش محل از مشتاق احمد نظامی، علامہ

مولائے کریم موصوف کی اس کاوش کے ذریعہ گمراہی پھیلنے کو روکے ۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

احمد میاں برکاتی ، دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

۷ ربیع الاول شریف ۱۴۰۰ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۵

اَلحمدُ لِلّٰہ الواحد الصمد- المتفرد فی ذاتہ وصفاتہ فلا مثل لہ ولا ضد لہ ولم یکن لہ کفواً احد - والصّلوٰۃ والسّلام الاتمان الاکملان- علیٰ رسولہ وحبیبہٖ سیّد الانس والجان - الذّی انزل علیہ القرآن- ھدی للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان وعلےٰ آلہٖ واصحابہٖ ما تعاقب الملوان - وعلےٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدّین وعلینا لھم و بھم یا ارحم الرّاحمین- والحمد للّٰہ ربّ العالمین ۵

امّا بعد - اے عزیز! جان لیجئے کہ امر دین کا مدار اور وہ جس پر نجات موقوف ہے پورے قرآنِ عظیم پر ایمان لانا ہے اور اسلوب قرآن و منشائے رحمٰن کے صحیح مفہوم کو دل و جان سے ماننا ہے نہ کہ اس کی عبارت متن کو سلامت رکھنا اور معانی و مطالب کو بدلنا ہے۔

اس زمانہ میں مودودی صاحب کی تفہیم القرآن کا شہرہ سن کر اشتیاق مطالعہ کے ہاتھوں مجبور ہوکر ایک نسخہ تفہیم القرآن پہلی جلد سورہ بقرہ لاہور سے طلب کیا اور اس کو پڑھا تو عجیب گل کھلا- اگرچہ کثرت مشاغل کے باعث بالاستیعاب مطالعہ نہ کرسکا البتہ جو خوبیاں اس میں نظر آئیں ان میں سے چند بطور اختصار۔ "مشتے از نمونہ خروارے" برائے افادۂ عام مسطور

ہیں تاکہ ہمارے بھائی عامۃ المسلمین محض شہرت پر نہ رجھائیں، چکنی چپڑی باتوں میں نہ آئیں بلکہ اپنے دین و ایمان کو بچائیں۔ اسلاف کرام کے علوم اور عرفان کی روشنی میں قرآنِ حکیم کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کے ارشاد و فرمان ہدایت نشان کے مطابق اپنے عقائد و اعمال کو سنواریں اور ان کے دامن کرم سے وابستہ رہیں کہ سلامتی اسی میں ہے۔ ہرگز کسی نئے فنکار شکاری کے جال میں نہ پھنسیں۔ ان خدا ناترس نام نہاد مفکر اسلام، مصلح اور ریفارمر کے دام تزویر میں نہ آئیں۔ ہم نے اس مختصر میں فقہاء و متکلمین کے مباحث جلیلہ کو شامل نہ کیا کہ اس کا متحمل نہیں۔ صرف ان کے خلاصہ کلام اور مسلک اسلم کی پیروی کی اور اس کا نام "مودودی عرفان فی تفہیم القرآن" رکھا۔ اللہ کریم و منّان اپنے فضل محض سے قبول فرمائے اور کفارہ سیات بنائے۔

آمین ثم آمین - یا ربّ العالمین

بندہ محمد عبدالوہاب قادری رضوی، لاڑکانہ

"دیباچہ تفہیم القرآن"

وجود تفہیم القرآن کی غرض و غایت - مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر پر ہماری زبان میں اب تک اتنا کام ہو چکا ہے کہ اب کسی شخص کا محض برکت و سعادت کی خاطر ایک نیا ترجمہ یا ایک نئی تفسیر شائع کر دینا وقت اور محنت کا کوئی صحیح مصرف نہیں ہے۔ اس راہ میں مزید کوشش اگر معقول ہو سکتی ہے تو اس صورت میں جبکہ آدمی کسی ایسی کسر کو پورا کر رہا ہو جو سابق مترجمین و مفسرین کے کام میں رہ گئی ہو یا طالبین قرآن کی کسی ایسی ضرورت کو پورا کرے جو پچھلے تراجم و تفاسیر سے پوری نہ ہوئی ہو، ان صفحات میں ترجمانی و تفہیم قرآن کی جو سعی کی گئی ہے وہ دراصل اسی بنیاد پر ہے۔ میں ایک مدت سے محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے عام تعلیم یافتہ لوگوں میں روح قرآن تک پہنچنے اور اس کتاب پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہونے کی جو طلب پیدا کی گئی ہے اور روز بروز بڑھ رہی ہے۔ وہ مترجمین و مفسرین کی قابل قدر مساعی کے باوجود ہنوز تشنہ ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ احساس بھی اپنے اندر پا رہا تھا کہ اس تشنگی کو بجھانے کے لیے کچھ خدمت میں بھی کر سکتا ہوں۔

(دیباچہ تفہیم القرآن ص ۵ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ گیارہویں اشاعت، ستمبر ۱۹۷۲ء

الحاصل کلام: تمام مترجمین و مفسرین جنہوں نے اب تک تراجم و تفاسیر قرآن پر کام کیا ہے ان حضرات سے جو کمی اور کسر رہ گئی ہے اس کو تفہیم القرآن کے ذریعہ پورا کیا جائے تاکہ تعلیم یافتہ لوگ جو روح قرآن تک پہنچنے کے طالب ہیں وہ قرآن پاک کے حقیقی مدعا سے روشناس ہو کر روح قرآن تک پہنچ سکیں۔ حالانکہ نزول قرآن کو

چودہ سو سال کا عرصہ ہو رہا ہے مگر آج تک مسلمان قرآنِ حکیم کے حقیقی مدّعا سے نا آشنا اس کی روح تک پہنچنے سے معذور، جن لوگوں نے ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ مفہوم و مطالب سے روشناس کرانا چاہا وہ باوجود کوشش بسیار قرآن کریم کے حقیقی مدّعا سے مسلمانوں کو روشناس نہ کرا سکے جس طرح طبقہ مجددین میں جتنے بھی مجدّد آئے انہوں نے کار تجدید میں کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا، مکمل کام کوئی نہ کر سکا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ کوئی کامل مجدّد پیدا ہو جو کار تجدید کو مکمل کرے اور کارِ دین میں جو کمی رہ گئی ہے یا جو نقائص پیدا ہو گئے ہیں ان کو دور کر کے دین کو از سر نو نکھار کر پیش کرے۔ خود مودودی صاحب رقمطراز ہیں "تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد کامل پیدا نہیں ہوا قریب تھا کہ عمر بن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے"

(تجدید و احیائے دین ص ۴۹ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز۔ لاہور۔ نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

جب کوئی مجدد کامل پیدا ہی نہیں ہوا تو یہ خدمت کاملہ انجام بھی کون دیتا۔ یہ سہرا تو مودودی صاحب کے سر تھا وہی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں کہ بیک وقت مجدد کامل بھی ہو اور مفسّر کامل بھی۔

تراجم قرآنِ کریم کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں :۔

"قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عبارت ملتی ہے۔ جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے نہ اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں نہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں نہ اس کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے نہ اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب و جگر تک اترتی چلی جا رہی ہے۔ اس طرح کا کوئی اثر رونما ہونا تو درکنار

ترجمے کو پڑھتے وقت تو لسا اوقات آدمی یہ سوچنا رہ جاتا ہے کہ واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا"

(دیباچہ تفہیم القرآن ص ۷ ایضاً بحوالہ مذکورہ)

خط کشیدہ عبارت خاص غور طلب ہے۔ مودودی صاحب نے ترجمہ پڑھنے کے بعد محسوس کیا کہ صرف ترجمے کو پڑھ کر آدمی کو قرآنِ کریم کے کتاب اللہ ہونے کا یقین تک نہ رہے گا اور قرآنی چیلنج کردہ حیرت زدہ سوچے گا اس کی عقل اس حقیقت کا انکار کرے گی۔ یہی وہ محرکات تھے جس کی وجہ سے تفہیم القرآن لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں میں

تفہیم القرآن کی خصوصیت: نے قرآن کے الفاظ کو اردو کا جامہ پہنانے کے بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ (دیباچہ ص ۱۰ بحوالہ مذکورہ)

الغرض تفہیم القرآن لکھنے کی وجوہات اور اس کا خصوصی انداز اپنے ذہن میں رکھئے۔ اور مودودی صاحب کا یہ ارشاد پڑھئے کہ "قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیرے سے نہیں"

(تنقیحات ص ۱۷۵ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور۔ بارھویں اشاعت دسمبر ۱۹۷۶ء)

حیرت تو اس بات پر ہے جب سلف، صالحین، قدیم مفسرین و ائمہ محدثین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی عدالت مسلم، جن کا تقویٰ ضرب المثل ہے۔ مودودی صاحب کو ان پر اعتماد نہیں تو مودودی صاحب جن کو عدالت سے کوئی علاقہ نہیں۔ تقویٰ سے کوئی واسطہ نہیں ان پر کوئی کیوں اعتماد کرنے لگا، مودودی صاحب ان کے جواہر پاروں کو ٹھکرائیں۔ اپنے خزف ریزے دکھلائیں۔ ان کے فرمان ہدایت نشان کو بیکار بتائیں۔ اپنے اقوال واہیہ کو

سند بتائیں - مفسرین کرام و محدثین عظام جو عبارت نقل فرمائیں - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے دلیل لائیں - جس پر مودودی صاحب یہ کہتے ہوئے گزر جائیں کہ وہ آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے - جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں - لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے - ہم سند کی صحت کو روایت کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے - (رسائل مسائل حصہ اول ص ۳۰۴ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز - لاہور - آٹھویں اشاعت اگست ۱۹۷۶ء)

کیسی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو ائمہ محدثین اور اجلہ مفسرین کی روایات صادقہ کو بیک جنبش قلم مسترد کر دیا جائے - اور دوسری طرف مودودی صاحب کی فکر خالصہ کے ہر جملہ کو جی و جان سے مان لیا جائے - مودودی صاحب لکھتے ہیں - "جو لوگ اس کتاب (تفہیم القرآن) سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیں، ان کو میں مشورہ دوں گا کہ پہلے ہر سورت کے دیباچے کو بغور پڑھ لیا کریں اور جب تک وہ سورۃ ان کے زیر مطالعہ رہے وقتاً فوقتاً اس کے دیباچے پر نظر ڈالتے رہیں - (تفہیم القرآن ص ۱۱ ایضاً طبع مذکورہ)

قرآن کریم سے پورا فائدہ حاصل کرنے کے لیے ترجمہ پڑھنے سے بہت زیادہ اور ضروری ہے - دیباچہ کا پڑھنا، کیونکہ اس کی عبارت میں کوئی ربط نہیں وہ منتشر کلام ہے - جس کا مودودی صاحب نے تجربہ اور تجزیہ کے بعد فیصلہ فرمایا -

مودودی صاحب لکھتے ہیں : "میں اس مقدمے میں صرف ان سوالات کا جواب دوں گا جو خود میرے ذہن میں اوّل اوّل پیدا ہوئے تھے یا جن سے بعد میں مجھ کو سابقہ پیش آیا - (مقدمہ تفہیم القرآن ص ۱۳ بحوالہ مذکورہ)

ملاحظہ فرمائیے وہ کیا تاثرات تھے جو قرآن کریم پڑھتے وقت مودودی صاحب کے ذہن میں سوالات بن کر ابھرے - سنیئے فرماتے ہیں - "یوں محسوس ہونے

لگتا ہے کہ یہ ایک غیر مرتب، غیر مربوط، منتشر کلام ہے جو اول سے لے کر آخر تک بے شمار چھوٹے بڑے مختلف شذرات پر مشتمل ہے۔ مگر مسلسل عبارت کی شکل میں لکھ دیا گیا ہے۔ مخالفانہ نقطۂ نظر سے دیکھنے والا اس پر طرح طرح کے اعتراضات کی بنا ڈال رکھ دیتا ہے اور موافقانہ نقطۂ نظر رکھنے والا کبھی معنی کی طرف سے آنکھیں بند کرکے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی اس ظاہری بے ترتیبی کی تاویلیں کرکے اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔ کبھی مصنوعی طریقے سے ربط تلاش کرکے عجیب عجیب نتائج نکالتا ہے اور کبھی نظریہ "شذرات" کو قبول کر لیتا ہے جس کی وجہ سے ہر آیت اپنے سیاق و سباق سے الگ ہو کر ایسی معنی آفرینیوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے جو قائل کے منشاء خلاف ہوتی ہے۔

(مقدمہ تفہیم القرآن ص ۱۴۔ ۱۵ ایضاً طبع مذکورہ)

اس عبارت کو پڑھئے اور سر دھنیے۔ کیا چودہ سو سال کے عرصہ میں کسی ایمان والے مسلمان کے ذہن میں کبھی ایسا وہم گذرا ہے۔ آج تک کسی نے ایسا لکھنے کی جرأت کی ہے؟ مودودی صاحب کا یہ نظریہ موافقانہ ہے یا مخالفانہ۔ موافقانہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ کبھی مسلمان نے ایسی بات نہیں کی اور نہ کہنے کی جرأت کی اور یہ امر کہ وہ آنکھیں بند کرکے شکوک سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ بالآخر تو یہ ایک قلبی کیفیت ہے اور دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ مودودی صاحب کو کیا خبر۔ کیا مودودی صاحب نے منصب الوہیت پر بھی دست اندازی شروع کر دی ہے؟ رہ گئے مخالفانہ اعتراضات تو بے شک مخالفین اسلام ہمیشہ ہی اعتراض کرتے آئے ہیں وہی اعتراضات مودودی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ فیصلہ ناظرین خود کر لیں کہ مودودی صاحب کون ہیں؟

ملاحظہ ہو۔ مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"قرآن کے اس دعوے سے کہ ہر کہ و مہ واقف ہے کہ وہ تمام نوع انسانی کی ہدایت کے لیے آیا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس کو پڑھنے بیٹھتا ہے

تو دیکھتا ہے کہ اس کا روئے سخن زیادہ تر اپنے زمانۂ نزول کے اہل عرب کی طرف ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی وہ بنی آدم اور عامۃ الناس کو بھی پکارتا ہے۔ لیکن اکثر باتیں وہ ایسی کہتا ہے جو عرب کے مذاق، عرب ہی کے ماحول، عرب ہی کی تاریخ اور عرب ہی کے رسم و رواج سے ربط و تعلق رکھتی ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سوچنے لگتا ہے کہ جو چیز عام انسانوں کے لیے ہدایت کے لیے اتاری گئی تھی۔ اس میں وقتی مقامی اور قومی عنصر اتنا زیادہ کیوں ہے؟ اس معاملے کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ اس شک میں پڑ جاتے ہیں کہ شاید یہ چیز اصل میں تو اپنے ہمعصر اہل عرب ہی کی اصلاح کے لیے تھی لیکن بعد میں زبردستی کھینچ تان کر اسے تمام انسانوں کے لیے اور ہمیشہ کے لیے کتاب ہدایت قرار دے دیا گیا۔

(مقدمہ تفہیم القرآن ص ۲۵ ایضاً)

یعنی قرآن کریم نے جو ھدی للناس فرمایا وہ معاذ اللہ غلط ہے لوگوں نے اس کو زبردستی کھینچ تان کر اس کا مصداق بنالیا ہے۔ مودودی صاحب کے ذہن کی زرخیز زمین میں ایسی ہی نایاب زمانہ فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔

مودودی صاحب مزید ارشاد فرماتے ہیں "قرآن کے متعلق یہ بات بھی ایک عام ناظر کے کان میں پڑی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور ایک کتاب آئین ہے۔ مگر جب وہ اسے پڑھتا ہے تو اس میں معاشرت اور تمدن سیاست اور معیشت وغیرہ کے تفصیلی احکام و ضوابط اس کو نہیں ملتے بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ جیسے فرائض کے متعلق بھی جن پر قرآن بار بار اس قدر زور دیتا ہے۔ اس نے کوئی ایسا ضابطہ تجویز نہیں کیا ہے جس میں تمام ضروری احکام کی تفصیل درج ہو یہ چیز بھی آدمی کے ذہن میں خلجان پیدا کرتی ہے کہ آخر یہ کس معنی میں ہدایت نامہ ہے۔

(مقدمہ تفہیم القرآن ص ۲۷ ایضاً بحوالہ مذکورہ)

عبارت مذکورہ بار بار پڑھیئے اور سر دھنیئے اور مودودی صاحب کی عقل و ایمان کی داد دیجئے۔ یہی قلب مودودی ایسا بے مثل بحر ذخار ہے جس میں ایسے انمول موتی در شہوار پیدا ہوتے ہیں جو آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئے۔

نیز مودودی صاحب لکھتے ہیں "اکثر لوگ جو قرآن کا مطالعہ کرکے شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے بھٹکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فہم کتاب کے ان ضروری مبادی سے ناواقف رہتے ہوئے جب وہ قرآن کو پڑھتے ہیں تو اس کے صفحات پر مختلف مضامین انہیں بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں بکثرت آیات کا مطلب ان پر نہیں کھلتا، بہت سی آیات کو دیکھتے ہیں کہ بجائے خود نور حکمت سے جگمگا رہی ہیں مگر سیاق عبارت میں بالکل بے جوڑ محسوس ہوتی ہیں۔ متعدد مقامات پر تعبیرات اور اسلوب بیان کی ناواقفیت انہیں اصل مطلب سے ہٹا کر کسی اور ہی طرف لے جاتی ہے اور اکثر مواقع پر پس منظر کا صحیح علم نہ ہونے سے شدید غلط فہمیاں پیش آتی ہیں۔"

(مقدمہ تفہیم القرآن ص۲۱ حوالہ سابقہ ایضاً)

یاد رہے یہ وہ سوالات ہیں جو اوّل اوّل مودودی کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ یہ سب موہومات باطلہ اوّل اوّل مودودی صاحب کے ذہن میں پیدا ہوئے اس سے پہلے کسی کے وہم و خیال میں بھی ایسی ایمان سوز باتیں نہ آئیں اقوال ضروری مبادیات اور پس منظر کا صحیح علم نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ مفسرین کرام و محدثین عظام کے دامن ہدایت کو چھوڑنا ہے اور یہی بھٹکنے کی اصل وجہ ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں :- سب سے پہلے ناظر کو قرآن کی اصل سے واقف ہو جانا چاہیئے وہ خواہ اس پر ایمان لائے یا نہ لائے۔ مگر اس کتاب کو سمجھنے کے لیے اس نقطۂ آغاز کے طور پر اس کی وہی اصل قبول کرنی ہوگی جو خود اس نے اور اس کے پیش کرنے والے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

نے بیان کی۔ (مقدمہ تفہیم القرآن) ص ۱۶ حوالہ مذکورہ ایضاً)

عجیب بات ہے ایمان لائے یا نہ لائے غالباً" بلکہ اغلب، اس نظریئے سے مودودی صاحب نے قرآن کریم کو سمجھنے کی کوشش کی۔ رہا اصل سے واقف ہونا اور اس کو قبول کرنا تو بقول مودودی وہی ہے جس کو خود اس نے یا اس کے پیش کرنے والے نے بیان کی۔ اس کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ اوّلاً۔ اس کی اصل بیان کرنے والا اللہ جل مجدہٗ ہے اور اس پر ایمان ہی نہیں لاتے۔ ثانیاً۔ وہ اللہ معبود حقیقی اس سے پاک ہے کہ وہ مودودی پر وحی اتارے یا کلام فرمائے۔ رہ گیا اس کے پیش کرنے والے حضور پُرنور شافع یوم النشور صلّی اللہ علیہ وسلّم، وہ مودودی کو منہ نہیں لگاتے اور کلام نہیں فرماتے۔ حصولِ کلام کا واحد ذریعہ محدّثین کرام کی وساطت اور معرفت ہے۔ مودودی صاحب ان کو نہیں مانتے تو اصل ہی گم۔ نتیجہ دور و مہجور ہو کر بھٹکتے راہ نہیں پاتے۔ ملاحظہ ہو:۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔ اس منصب (خلافت) پر انسان کو مقرر کرتے وقت خدا وندِ عالم نے اچھی طرح اس کے کان کھول کر یہ بات اس کے ذہن نشین کر دی تھی کہ تمہارا اور تمام جہاں کا مالک، معبود اور حاکم میں ہوں، میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو، نہ کسی دوسرے کے بندے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت و بندگی اور پرستش کا مستحق ہے۔ (مقدمہ تفہیم القرآن ص ۱۷ حوالہ مذکورہ ایضاً)

مودودی کا حکم سن لیا اب اللہ واحد قہار کا حکم سنئے ارشاد ہوتا ہے:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء پ ۵ آیت ۶۵)

ترجمہ: (اے محبوب) تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے

جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔" اللہ تعالیٰ فرمائے جو رسول کو حاکم نہ بنائیں وہ مسلمان نہیں۔ مودودی بتائیں جو حاکم بنائے وہ مسلمان نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا ○ (سورہ احزاب پ۲۲ آیت ۳۶)

ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد، نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ اللہ و رسول کچھ حکم فرما دیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی میں بہکا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہ ہے۔ اگر مودودی صاحب کی مراد اس عبارت سے حاکم حقیقی ہو تو رسول حاکم مجازی ہوں گے۔ تو پھر مودودی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوتا کہ تمام جہاں کا مالک (معاذ اللہ) معبود اور حاکم مجازی رسول ہیں تو بلا شبہ مودودی صاحب نے رسول کو معبود مان کر شرک کا ارتکاب کیا۔ اس طرح عبارت کے حصہ ثانی جس میں فرمایا میری اس سلطنت میں نہ تم خود مختار ہو نہ کسی دوسرے کے بندے ہو اور نہ میرے سوا کوئی تمہاری اطاعت و بندگی اور پرستش کا مستحق ہے۔ اس عبارت میں اطاعت و بندگی اور پرستش باہم مختلف کلمات ایک معنی میں مستعمل، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قل اطیعوا اللہ والرسول پ۳ آل عمران آیت ۳۲۔

تم فرما دو کہ اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔"

مودودی کہیں، اطاعت و بندگی کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ

بطور امر فرمائے ۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو ۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :

یا ایّھا الذّین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم پ۵ النساء ۔ آیت ۵۹ ۔

اے ایمان والو ۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں اولی الامر (حکومت والے) ہیں ۔

تیسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

یا ایّھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول ولا تبطلوا اعمالکم ۔ پ۲۶ محمد ۔ آیت ۳۳

ترجمہ : اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے عمل باطل نہ کرو ۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کو خطاب فرماتا اور حکم دیتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ اور اطاعت کرو رسول کی ۔ اب مودودی صاحب ہی اس گتھی کو سلجھائیں ۔ اطاعت و بندگی کے دونوں متضاد اقوال کی تطبیق کس طرح ہوگی اگر کہا جائے کہ اطاعت و بندگی کا حقیقی مستحق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مودودی صاحب کے نزدیک اطاعت و بندگی کا مجازی استحقاق رسول کو ہے ۔ ساتھ معانی اولی الامر کو بھی شامل تو مودودی صاحب کی مجازی بندگی افراد کو شامل ہوگی اور اگر اطاعت کا مطلق انکار کیجئے تو بھلا حکم الٰہی کے خلاف ثانیاً اللہ تعالیٰ کا یہ عتاب ولا تبطلوا اعمالکم ۔ یعنی اپنے عمل باطل نہ کرو ۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے :۔

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیمًا ○

(سورہ الاحزاب ۲۲ ۔ آیت ۷۱)

یعنی اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے ۔ اس نے بڑی کامیابی پائی ۔ یہاں رسول کی اطاعت کرنے والوں کو بشارت جلیلہ سنائی

جارہی ہے۔ ایک آدمی ان دو اقوال متقابلہ میں ایک ہی کی پیروی کر سکتا ہے۔ یا تو اللہ جبّار و قہار کی یا مودودی صاحب افتخار کی یا پھر مودودی صاحب یہ حکم لگائیں کہ اللہ نے قرآن کے ذریعہ شرک کی عام دعوت دی (معاذ اللہ و سبحان اللہ عمّا یصفون) یا یوں کہیئے کہ مودودی صاحب کو علم نہیں تھا بے علمی میں جو ذہن شریف میں آیا لکھ مارا اور اگر علم تھا تو دیدہ دانستہ قرآن کریم کی مخالفت کی۔ معاذ اللہ یا یوں کہیئے کہ قرآن کریم جس امر میں کامیابی کی بشارت دیتا ہے، مودودی اس کو شرک بتاتا ہے۔ اے اللہ ہم اس دین اس قانون سے بیزار ہیں جو تیری راہ سے دور کرے۔ بے شک تیرا بتایا ہوا راستہ ہی سیدھا ہے۔ جب تو نے فرمایا:

انّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون ○

(الانعام پ۸ آیت ۱۳۵)

ترجمہ:۔ اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اسی پر چلو اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی یہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

تفہیم القرآن کا نمونہ: سورۃ فاتحہ کی آیت الرحمٰن الرحیم کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں۔ انسان کا خاصہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا تو وہ اسی معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کمی پوری ہو جائے۔ جو اس کے نزدیک مبالغے میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمٰن عربی زبان میں بڑے مبالغے کا صیغہ ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے۔ اس قدر وسیع ہے۔ ایسی بے حد و حساب ہے کہ اس کا بیان بڑے سے بڑا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ اس لیے اس کی فراوانی

کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ استعمال کیا گیا۔ (تفہیم القرآن ص۴۴ ایضاً حوالہ سابق)
پوری عبارت کو پڑھیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ خصوصاً الرحمٰن الرحیم
مودودی صاحب کا اپنا کلام ہے۔ بشری کمزوری کی بناء پر مودودی صاحب
اللہ ذوالجلال کی رحمت اور مہربانی کا تذکرہ الرحمٰن سے کرنے کے بعد کمی محسوس
کرتے ہیں کہ اس کی رحمت کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا۔ پھر اس کمی کو پورا
کرنے کے لیے لفظ رحیم کا مزید اضافہ فرماتے ہیں۔ گویا مودودی صاحب نے
رحیم کہہ کر اللہ کی رحمت و مہربانی کا حق ادا کر دیا۔ معاذ اللہ۔ ثانیاً۔ اگر بالفرض
ایسا نہیں بلکہ یہ اللہ واحد علیم کا کلام ہے تو عبارت مذکورہ سے اس کا حادث
ہونا ثابت ہوتا ہے کہ رحمٰن بول کر کمی محسوس ہونے پر لفظ رحیم کا اضافہ کیا گیا۔
ثالثاً۔ اس عبارت سے اللہ کے کلام قدیم میں نقصان کا ثبوت فراہم کیا
گیا۔ سبحان اللہ عما یصفون۔ یہ ہے مودودی تفہیم کا نمونہ۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں: عربی زبان اگرچہ اپنی لغت کے اعتبار سے
نہایت مالدار ہے مگر بہر حال ہے تو انسانی زبان۔
(تفہیم القرآن دیباچہ سورہ بقرہ ۴۶ ایضاً حوالہ مذکورہ)

دریافت طلب امر یہ ہے کہ قرآن حکیم قدیم ہے یا حادث، اگر قدیم ہے تو
اس وقت بھی قرآن تھا جبکہ کوئی انسان کیا معنی بلکہ مخلوق میں کوئی نہ تھا ایک
خالق ہی واحد تھا۔ تو جو قرآن اس وقت تھا تو کس زبان میں تھا۔ عربی میں تھا یا
غیر عربی میں۔ اگر عربی میں تھا تو اس وقت کس انسان کی زبان عربی تھی۔
ثانیاً یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام
کو پیدا فرمایا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے علم الانبیاء تعلیم فرمایا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔
"علم آدم الاسماء کلھا" تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے
کے نام کس زبان میں تعلیم فرمائے۔ کیا ان اشیاء کے نام عربی زبان میں نہ تھے۔
اگر تھے تو عربی کس انسان کی زبان تھی۔

یہودیوں کے بارے میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ: یہ لوگ حقیقت میں بگڑے ہوئے مسلمان تھے جن کے ہاں بدعتوں اور تحریفوں، موشگافیوں اور فرقہ بندیوں، استخوان گیری، مغز انگی، خدافراموشی اور دنیا پرستی کی بدولت انحطاط اس حد کو پہنچ چکا تھا کہ وہ اپنا اصل نام "مسلم" تک بھول گئے تھے محض یہودی بن کر رہ گئے تھے۔

(دیباچہ البقرہ نعیم ص ۷۴ حوالہ مذکورہ)

مودودی صاحب کے نزدیک یہودی مسلمان ہی تھے مگر بگڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ بدعتوں اور تحریفوں وغیرہ کی وجہ سے وہ اپنا اصل نام "مسلم" بھی بھول گئے لیکن قرآنِ کریم یہودیوں کے متعلق فرماتا ہے۔

وقالو قلوبنا غلف بل لعنهم الله بكفرهم فقليلاً مايومنون ٥

(سورہ بقرہ آیت ۸۸ پارہ ع۱)

ترجمہ: (یہودی) بولے ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافر ملعون ہیں۔ دلیل و ثبوت کے لیے ایک آیت کافی ہے ورنہ قرآنِ حکیم میں متعدد آیات موجود ہیں۔ جن میں یہودیوں کے کافر ہونے کا بیان ہے۔ باقی رہا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ اپنا اصل نام "مسلم" تک بھول گئے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ قرآن کریم نے بھی ان کو کسی جگہ مسلمین یا مومنین بیان فرمایا۔ اگر فرمایا تو اس کی نشاندہی ضروری۔ زحمت گوارا فرما کر یہ بتائیں کہ کس سورہ کی کونسی آیت میں ایسا کوئی حکم موجود ہے۔ اگر نہیں تو پھر اللہ واحد قہار پر یہی حکم لگائیں گے (معاذ اللہ) بقول مودودی کہ یہ خود محض یہودی بن کر رہ گئے تو اللہ جلیل و جبار نے ان کو یہود کہہ کر کیوں خطاب فرمایا اور یہاں ذکر میں بھی یہودی ہی فرمایا۔ مثلاً:

(۱) قل یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم۔

(۲) قالت الیھود لیست النصٰرٰی۔

(۳) ولن ترضیٰ عنک الیھود ولا النصٰرٰی۔

(۴) قالوا کونوا ھوداً او نصٰرٰی تھتدوا وغیرہم۔

اور متعدد آیات میں یا بنی اسرائیل سے خطاب فرمایا، جو محتاج تعارف نہیں اور آج بھی یہودی اور بنی اسرائیل کے نام سے یہ لوگ ذکر کئے جاتے ہیں۔ یہی تفہیم القرآن کی وہ خدمات جلیلہ ہیں جو آج تک کوئی بھی انجام نہ دے سکا نہ کسی کے بس کا روگ تھا۔

باقی رہا فساد اعمال اور بدعتوں کا معاملہ، وہ مودودی صاحب کے نزدیک سوائے افراد جماعت اسلامی کے تمام مسلمانوں میں موجود ہے۔ مودودی صاحب کی زبانی سنیئے۔ جاہلیت مشرکانہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر، عُرس، صندل، چڑھاوے، نشان علم، تعزیئے اور اس قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔

(تجدید احیائے دین، مطبوعہ لاہور ص ۱۹-۲۰ اسلامک پبلیکیشنز، نویں اشاعت ۱۹۶۶ء)

مذکورہ افعال و اعمال میں ہر ایک عمل جاہلیت مشرکانہ میں داخل اور مشرکانہ پوجا پاٹ کے قائم مقام ہے۔ لفظ جاہلیت کو مودودی صاحب ہی سے سمجھ لیجئے۔ عرب کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

یہاں سے اس دعوت کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں اسلام کی اس تحریک اور پرانی جاہلیت کے درمیان ایک سخت جاں گسل کشمکش برپا ہوئی۔ (تفہیم القرآن ص ۲۲ ایضاً حوالہ سابقہ)

معلوم ہوا اسلام کے مقابل جو شئے تھی وہ پرانی جاہلیت تھی جبکہ اسلام نے توحید کا تصوّر پیش کیا تو جاہلیت نے سخت مخالفت کی۔

دوسری جگہ مودودی صاحب فرماتے ہیں :۔ کہ جب اور آس پاس کے تمام علاقوں میں مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو صفا پر اساف (بت) اور مروہ پر نائلہ (بت) کے استھان بنالیے گئے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔ (تفہیم القرآن ص ۱۲۷ حوالۂ مذکورہ)

یہاں سے صاف واضح ہوگیا کہ جاہلیت مشرکانہ کا مودودی کی اصطلاح میں بت پرستی کا دوسرا نام ہے۔ معلوم ہوا جو فاتحہ کرائیں، نیاز، زیارت کریں۔ وہ سب مشرک ہیں۔ (عند المودودی)

اب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے عقائد و اعمال ملاحظہ ہوں۔

کشف قبور کا عمل بتاتے ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

ذکر کشف قبور کے واسطے اول جب مقبرہ میں آئے دو گانہ ان بزرگ کی روح کے واسطے پڑھے۔ اگر سورہ فاتحہ یاد ہو پہلی رکعت میں پڑھے اور دوسری میں سورہ اخلاص، نہیں تو ہر رکعت میں پانچ پانچ بار اخلاص پڑھے پھر قبلے کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے اور ایک بار آیۃ الکرسی اور بعض سورتیں جو زیادت کے وقت پڑھتے ہیں جیسے سورہ ملک اور اس کے بعدہٗ قل کہے۔ بعد فاتحہ کے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور ختم کرے اور تکبیر کہے بعدہٗ سات دفعہ طواف کرے۔ اس میں تکبیر پڑھے اور شروع دائیں طرف سے کرے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۳)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ختم خواجگان کا طریقہ تعلیم فرماتے ہیں۔

" دعا مذکور پڑھے پھر دس دفعہ درود شریف پڑھے اور ختم کرے اور تھوڑی شیرینی پر فاتحہ عام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے اور اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے اسی طرح روز کرے۔

(انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۴)

یہی شاہ ولی اللہ صاحب تعلیم فرماتے ہیں۔ " پنجشنبہ سے اس طرح سے کہ

پہلے حضرت غوث الثقلین قدس سرّہ اور سب مشائخ سلسلہ سے پہلے پچھلے سب کی فاتحہ دے۔ (انتباہ فی سلاسل ص ۲۸)

عبارت مذکور میں شاہ ولی اللہ صاحب مزار (مقبرہ) پر حاضری و زیارت اور شیرینی (مٹھائی) پر فاتحہ خواجگان چشت اور فاتحہ غوث الثقلین (یعنی جن وانس کے فریاد رس) کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور مودودی صاحب کے نزدیک یہ تمام اعمال شرک ہیں۔ تو شاہ ولی اللہ صاحب مشرک ٹھہرے۔ مگر مودودی صاحب کا قانون ہی نرالا ہے کہ ایسے کٹّر مشرک کو جس میں کتنے مشرکوں کا مجموعہ موجود ان کو فہرست مجدّدین میں شامل کرنے میں ذرا بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ ثبوت کے لیے دیکھئے (تجدید و احیائے دین ص۹۱ بحوالۂ سابقہ) معلوم نہیں یہ کون سا قانون ہے کہ ایک عمل کا ارتکاب ایک مسلمان کو مشرک بنا دے اور دوسرے کو حلقۂ مسلمانان سے اٹھا کر مجدد کے عہدے پر پہنچا دے۔ اگر واقعی یہ اعمال شرک ہیں تو مودودی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کو مشرک کیوں نہ لکھا اگر کسی وجہ یا خوف سے وہ مشرک نہ کہہ سکے تو ان کو مجدّدین میں شامل کیوں کیا گیا۔ کیا ایک مشرک بھی مجدّد ہو سکتا ہے۔ بے شک اللہ کا قانون ہی سب سے بالا ہے۔ اس کے قانون میں سب یکساں ہیں۔ اگرچہ مودودی ہوں یا طفیلی، جو بھی شرک کا مرتکب ہو وہ یقیناً مشرک اور خارج از اسلام، اس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

الحاصل کلام جن افعال و اعمال کو مودودی صاحب بدعت ہی نہیں بلکہ شرک کہتے ہیں وہ بیماری تو عام مسلمانوں میں موجود حتیٰ کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل اور ان کے پیر صاحب بھی اس میں شریک ہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر و مرشد سیّد احمد تکوی جن کا مرتبہ مودودی صاحب کی نگاہ میں سیّدنا عثمان غنی اور مولا علی مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی زیادہ ہے۔ تجدید احیائے دین میں ہے۔

”مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام

روز بروز زیادہ سخت ہوتا جارہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے کامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کے زمانۂ خلافت میں جاہلیّت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رُکا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیّت کے تسلّط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس کو نہ روک سکی۔ آخر کار خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا۔ (تجدید احیائے دین ص۳۶ بحوالۂ مذکورہ)

اسماعیل دہلوی اور سیّد احمد کوئی) کے بارے میں لکھتے ہیں "انہوں نے عامّہ خلائق کے دین، اخلاق و معاملات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور جہاں اس کے اثرات پہنچے وہاں زندگیوں میں ایسا زبردست انقلاب رونما ہوا کہ صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہو گئی۔

(تجدید احیائے دین ص۱۱۵ حوالۂ مذکورہ)

پھر لکھتے ہیں: ان کی جنگ ملک و مال یا قومی عصبیت یا کسی دنیوی غرض کے لیے نہ تھی بلکہ خالص فی سبیل اللہ تھی۔ ان کے سامنے کوئی مقصد اس کے سوا نہ تھا کہ خلق اللہ کو جاہلیّت کی حکومت سے نکالیں اور وہ نظامِ حکومت قائم کریں جو خالق اور مالک الملک کے منشاء کے مطابق ہو۔

(تجدید احیائے دین ص ۱۱۵ - ۱۱۶ بحوالۂ سابقہ)

پھر لکھتے ہیں:- ان کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا انہوں نے ٹھیک اس طرز کی حکومت قائم کی جس کو خلافت علی منہاج النبوّۃ کہا گیا ہے۔ (تجدید احیائے دین ص ۱۱۶ ایضاً)

دونوں عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل رکھئے اور اندازہ لگائیے کہاں

وہ پُر نور دُور صحابۂ کرام کا اور کہاں یہ دورِ ظلمت و تاریکی کا۔ وہ سرزمینِ عرب گہوارہ نزول قرآن و رحمت منان، کجا یہ برسرِ تنزل ہندوستان۔ وہ فاتح شدہ نظام الٰہیہ کا عروج، کہ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہ نقطۂ عروج پر تھی، ان کے پیش رووں سے ملی۔ اور یہاں اس کافرانہ حکومت و پستی و ظلمت میں ایسا نظام حکومت قائم کیا۔ وہ خلافت علیٰ منہاج کو قائم بھی نہ رکھ سکے، انھوں نے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو ایسے ظلمت کدہ میں قائم کرکے دکھایا۔ پس مودودی صاحب کے ان عظیم رجال شہید جمال کا قول زریں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

"جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے۔ اور وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں میں ہے اس کے حق کے برابر اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی۔ پس اُمور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔"

(صراطِ مستقیم از مولوی محمد اسماعیل دہلوی ص ۱۰۳-۱۰۴ مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور۔ نومبر ۱۹۵۶ء)

بطور یادداشت ایک مرتبہ پھر مودودی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں۔ "ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ زیارات، نیاز، نذر، عرس ملخصہ۔ (تجدید و احیائے دین ص ۱۹ بحوالہ مذکورہ)

مودودی صاحب فاتحہ زیارات، نیاز، نذر، عرس کو مشرکانہ پوجا پاٹ کے قائم مقام شرک بنائیں اور مولوی اسماعیل صاحب فاتحہ اموات، عرس، نذر و نیاز کو بہت بہتر امر مستحسن فرمائیں۔

مودودی صاحب کے اس فتویٰ کے مطابق مولوی اسماعیل دہلوی پکے مشرک اور کٹر کافر کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ، پر

فوقیت دینا مودودی صاحب، کا نرالا کمال ہے۔ رہ گئی بات نیازات کی۔ تو مولوی اسماعیل صاحب کے پیر و مرشد سید احمد تکوی کا حال ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے بھوک کی شدت میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر گدایانہ فریاد کی اور کھانا مانگا۔ یہ واقع ان کے بھانجے مولوی محمد علی کی زبانی سنئے جو اپنے پیر سید احمد کی شان میں اس طرح خطبہ پڑھتے ہیں۔

ثم السلام من الملك العزيز العلام على اهل الصفوة والصفاء مردة الكرام الذين يحمون الدين والاسلام ويمحون رسومات الكفرة ايام خصوصاً على شيخنا و سيدنا وهادينا ومرشدنا امام الملة والدين و خليفة الله باليقين السيف المهند السيد احمد مجدد مائة ثالث عشر۔

(مخزن احمدی ص۱ خطبہ ع۲)

اور لکھتے ہیں:

"سید احمد قبلۂ من پیر من ‌ ‌ پیر من خورشید عالمگیر من"

مرشداد قدوۂ اہل تمیز ‌ ‌ قطب دین مشکلکشا عبدالعزیز

(مخزن احمدی ص۸)

یہی مولوی محمد علی صاحب جو اپنے پیر سید احمد کو اپنا معادی اور خلیفۃ اللہ بالیقین، تیرھویں صدی کا مجدد، اپنا قبلہ تمام عالم کا سورج بتاتے ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب کو مشکل کشا فرماتے ہیں، اپنے پیر سید احمدی کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

"دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار ستر معلّی جناب میمونہ علیہا وعلے بعلہا الصلوٰۃ والسلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودم چوں از خواب آں وقت بیدار شدم از غایت گرسنگی طاقتم طاق و

بدر ردیم در محاق بود بطلب نان پیش ہر کس دویدم و بمطلب نرسیدم بنا چار برائے زیارت در حجرۂ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریف گدایانہ ندا کردہ گفتم کہ اے جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزے خوردنی عنایت فرما و مرا محروم از الطاف کریمانہ خود من ما آنگاہ سلام کردم و فاتحہ و اخلاص خواندہ ثوابش بروح پُرفتوحش فرستادم آنگاہ نشستہ سر بر قبرش نہادہ بودم از رزاق مطلق و داناے برحق دو خوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر آنکہ آں ایام سرما بود۔ ہیچ جا انگور تازہ میسر نبود بحیرت افتادم و یکے ازاں ہر دو خوشہ ہموں جا نشستہ تناول نمودہ از حجرۂ بیروں شدم و یک یک دانہ بہر یک تقسیم کردم۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید محمد علی حکایت نقل فرماتے ہیں:

کہ اس منزل میں آدھی رات کے قریب حضرت سیدتنا ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار مقدس وادیٔ سرف میں پہنچے۔ عجیب اتفاقات میں سے ایک یہ ہے کہ اس روز کچھ نہ کھایا اور رات کو اس وقت بیدار ہوئے جب کہ نہایت سخت بھوک کی وجہ سے طاقت نہ رہی، روٹی کی تلاش میں ہر آدمی کے پاس گئے مگر مطلب حاصل نہ ہوا مجبوراً حجرۂ مقدسہ میں مزار شریف پر گئے اور قبر شریف کے سامنے فقیرانہ سوال کیا اور عرض کیا کہ اے میری جدہ امجدہ ہم آپ کے مہمان ہیں ہم کو کھانے کے لیے کچھ عنایت فرمایئے اور اپنے لطف و کرم سے محروم نہ کیجئے۔ اس وقت سلام کیا اور فاتحہ اور اخلاص پڑھ کر ان کی روح کو ثواب پہنچایا۔ اس وقت بیٹھ کر اپنا سر ان کی قبر شریف پر رکھ دیا تھا۔ رزاق مطلق دانائے برحق نے دو خوشہ انگور تازہ میرے ہاتھ میں ڈال دئے۔ عجب تماشا یہ کہ وہ موسم سردی تھا اور انگور تازہ کہیں نہ تھا۔ حیرت میں پڑ گیا۔ ان دونوں خوشوں میں سے وہیں بیٹھ کر کھایا پھر حجرہ سے باہر آیا۔ ایک ایک دانہ سب کو تقسیم کیا۔ اس حکایت کو بار بار پڑھئے اور قبر پرستی کی

داد دیجئے۔ جب وقت پڑا مصیبت آئی اور کہیں بھی نہ بنی تو قبر شریف پر جا کر صاحب مزار سے روٹی مانگی فاتحہ بھی پڑھی اور داد چاہی انگور ہاتھ آیا۔ کس نے سخت شرک کا ارتکاب کیا۔ مودودی صاحب کا فرمان پھر پڑھیئے۔ ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، نذر اس موحد اعظم کے اس قول کے مطابق سید احمد پکے مشرک کٹڑ کافر ٹھہرے اور مودودی صاحب ان کو سیدنا عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیں۔ کیا دنیا میں کوئی مشرک اور کافر بھی مجدد اور مصلح دین ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں تو مولوی اسماعیل اور ان کے مرشد سید احمد کیونکر ان فضائل اور مناقب کے حامل ہوئے۔

نتیجہ:۔ اگر مودودی صاحب کا یہ قول "ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، عرس" سچا ہے تو دوسرا قول غلط اور افترائے عظیم بلکہ ایک مشرک کو محی الدین کہنا ہوگا اور اگر مولوی اسماعیل اور ان کے پیر کے متعلق جو لکھا اگر اس کو صحیح تصور کیا جائے جو ان کے مدارح جلیلہ ہیں تو یہ قول جھوٹا، یہ مودودی صاحب کی صداقت و عدالت اور تقویٰ و طہارت کا نمونہ ہے۔ خصوصاً وہ مسلمان جو مودودی تحریک سے متفق نہیں مودودی کی تیغ تکفیر سے ضرور کفر کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ نکلیں۔ تکفیر کے ذریعہ (کفر کا فتویٰ صادر کر کے) ان کو جماعت سے خارج کر دیا جائے۔ (سیاسی کشمکش جلد ۳ ص ۲۱)

مگر یہودی جن کو قرآن کریم کافر ملعون فرما رہا ہے۔ وہ مودودی صاحب کے نزدیک مسلمان تو ہیں اگرچہ بگڑے ہوئے ہیں۔ ان سے اتحاد ملی قائم ہے۔

سورہ بقرہ کی پندرھویں آیت اللّٰہُ یستھزی بھم کا ترجمہ مودودی صاحب یوں کرتے ہیں "اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے"

(تفہیم القرآن ص ۵۴ حوالۂ سابقہ)

تعجب ہے اللہ سبوح و قدوس کی شان میں لفظ مذاق استعمال کرتے ہوئے مودودی کو ذرا بھی جھجک محسوس نہ ہوئی اور نہ یہ سوچنے کی توفیق نصیب ہوئی کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی شان میں کیا لکھ رہا ہوں حالانکہ اسی سورہ و پارہ میں آیت ۶۷ - قالوا اتتخذنا هزوا ط قال اعوذ باللّٰہ ان اکون من الجٰهلین کا ترجمہ یوں کرتے ہیں -

"وہ کہنے لگے کیا تم ہم سے مذاق کرتے ہو۔ موسیٰ نے کہا میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ جاہلوں کی سی باتیں کروں"

(تفہیم القرآن ص ۸۴)

موسیٰ علیہ السلام کے جواب سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مذاق کرنا جاہلوں کی باتیں ہیں - یہ تو مودودی ہی کی ترجمانی ہے - معلوم نہیں مودودی صاحب اللہ جلیل و جبّار کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک ہی بات ایک جگہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرتے ہیں اور دوسری جگہ اس کو جاہلوں کی باتیں بتاتے ہیں - مودودی صاحب کی عادت ہے کہ کلمات کی حقیقت پر بحث کرکے اس کی وضاحت فرماتے ہیں مگر اس جگہ آنکھ چراتے ہیں - کیونکہ اللہ کی عظمت و پاکی کا بیان تھا - حقیقت کلمات کا بیان تو وہاں ہونا ہے جہاں مسلمانوں کے مسلّمہ اعتقاد پر ضرب لگانی مقصود ہو - مثلاً ثم استوىٰ الى السماء

(سورہ بقرہ پ ۱)

ترجمہ کرتے ہیں - "پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کئے" پھر اس کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں - سات آسمانوں کی حقیقت کیا ہے - اس کا تعین مشکل ہے انسان ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر ماوراے زمین کے متعلق اپنے مشاہدات یا قیاسات کے مطابق مختلف تصوّرات قائم کرتا رہا ہے جو برابر بدلتے رہے لہٰذا ان میں کسی تصوّر کو بنیاد قرار دے کر قرآن کے ان الفاظ کا مفہوم متعیّن کرنا صحیح نہ ہوگا - پس مجملاً اتنا سمجھ لینا چاہیئے کہ یا تو اس سے مراد

یہ ہے کہ زمین سے ماورا جس قدر کائنات ہے اسے اللہ نے سات محکم طبقوں میں تقسیم کر رکھا ہے یا یہ کہ زمین اس کائنات کے جس حلقہ میں واقع ہے وہ سات طبقوں پر مشتمل ہے۔ (تفہیم القرآن ص ۶۱ بحوالہ سابقہ)

آسمان جس کا صراحتہً ذکر قرآنِ حکیم میں بار بار بکثرت آیا اس کے انکار کی صورت کس کاری گری سے پیش کی جا رہی ہے اور کیسی حقیقتیں سمجھائی جا رہی ہیں گویا آج تک تمام مسلمان جس چیز کو آسمان سمجھتے رہے ہیں اور قرآنِ کریم جس کو آسمان فرما رہا ہے وہ آسمان نہیں ہے۔ اس لیے لکھتے ہیں "ہر زمانے میں آسمان یا بالفاظ دیگر ماورائے زمین" اگر قرآنِ کریم کے مطابق آسمان پر ایمان ہوتا تو بالفاظ دیگر لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ رہ گیا اس کا تعین جو مشکل ہے کیونکہ سائنس دانوں کے نظریات و افکار مختلف ہیں۔ اس اختلاف آرا میں مودودی صاحب کسی ایک کی رائے کو ترجیح دینے سے قاصر و مجبور ہیں ان میں بڑے بڑے انگریزوں کی آراء شامل ہیں۔ کس کا انکار کریں، کس کو ترجیح دیں۔ چنانچہ یہ امر مشکل ہے اور قرآن کریم کی تفہیم ان کی آراء پر موقوف، للذا آسمان کا انکار کر دینا آسان۔ الا یعلم من خلق وھواللطیف الخبیر۔ اس کے ارشاد پر اتنا بھروسہ نہیں جو حکم آسمان پر یقین کر سکیں۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس ط کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :۔

پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جُھک جاؤ سب جُھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ (تفہیم القرآن ص ۶۴ بحوالۂ مذکورہ)

یہاں سجدہ کے معنی "جھکنا" فرمایا۔ حالانکہ دوسری جگہ واركعوا مع الرّٰكعين کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :۔

اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جُھک

جاؤ۔ (تفہیم القرآن ص ۶۳ بحوالۂ سابقہ)

مودودی صاحب کے نزدیک رکوع اور سجدہ ایک ہی عمل کے دو مختلف نام ہیں کہ سجدے کا معنی بھی جھکنا کرتے ہیں پھر اُس پر یہ حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقۂ کائنات میں جس قدر فرشتے معمور تھے ان سب کو انسان کے مطیع و مسخر ہو جانے کا جو حکم دیا گیا تھا۔ (پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں)

فرشتوں کو آدم کے لیے سربسجود ہو جانے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کی نوعیت کچھ اس قسم کی بھی ممکن ہے کہ صرف مسخر ہو جانے کو ہی سجدہ سے تعبیر کیا گیا ہو مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اس انقیاد کی علالت کے طور پر کسی ظاہری فعل کا بھی حکم دیا گیا ہو یہ اور بھی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن ص ۶۴-۶۵ بحوالۂ سابقہ)

اولاً مودودی صاحب فرماتے ہیں "زمین اور اس سے تعلق رکھنے والے طبقۂ کائنات میں جس قدر فرشتے مامور ہیں ان کو حکم دیا گیا۔ معلوم ہوا اس کے ماسوا جتنے بھی فرشتے ہیں وہ اس حکم میں داخل نہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم میں ہے۔

فسجد الملئکة کلهم اجمعون ○ الحجر ع۱۴

اس جگہ کوئی مخصص نہیں، نہ کسی شے پر مقید و موقوف، صریح مقابل کنایہ ہے اسے ظہور کافی، نہ کہ احتمال ناکافی۔ مودودی اس صریح کو اپنے احتمال موہومہ سے مقید فرما رہے ہیں۔ حاشیہ جلالین شریف میں ہے۔ لان النسبة اجمعون الیٰ کلهم کنسبتہ کلهم الیٰ اصل الجملہ او اجمعون یفید معنی الاجتماع اور تفسیر کبیر خازن بیضاوی وغیرھم میں ہے کہ یہ حکم سجدہ تمام ملائکہ کو تھا۔

ثانیاً مودودی صاحب فرماتے ہیں: "فرشتوں کو آدم کے لیے سربسجود ہو جانے کا جو حکم دیا گیا تھا اس کی نوعیت کچھ اس قسم کی تھی ممکن ہے کہ صرف مسخر

ہو جانے ہی کو سجدے سے تعبیر کیا گیا ہو" کیونکہ نقطۂ سجدے سے قانون نجدیت پر زد پڑ رہی تھی لہٰذا سجدہ کا معنی "جھکنا" کیا۔ اور صرف مسخر ہو جانے کو سجدے سے تعبیر کیا۔

تسخیر کیفیت قلبی ہے اور اللہ عزّوجل یعلم ما فی الصدور۔ پھر حکم سجدہ میں ابلیس کا علیحدہ رہنا کیا معنی تفسیر صاوی میں ہے۔ ان السجود شرعی بوضع لجبهۃ علی الارض و آدم قبلۃ کالکعبۃ فالسجود للّٰہ

تفسیر مدارک میں زیر آیت فقعوا لہ سٰجدین فرماتے ہیں۔ فقعوا لہ ھو امر من وقع یقع ای اسقطوا علی الارض۔ اسی طرح تفسیر کبیر بیضاوی روح المعانی وغیرھم میں ہے کہ سجدۂ تحیت و تعظیم زمین پر پیشانی رکھ کر آدم علیہ السلام کے لیے تھا تو تفہیم القرآن کیا ہے۔ قانون نجدیت کا پرچار ہے۔

و اذ اخذنا میثاقکم و رفعنا فوقکم الطور کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "یاد کرو وہ وقت جب ہم نے طور کو تم پر اٹھا کر تم سے پختہ عہد لیا تھا۔ پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں" اس واقعہ کو قرآن میں مختلف مقامات پر جس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل میں یہ ایک مشہور و معروف واقعہ تھا لیکن اب اس کی تفصیلی کیفیت معلوم کرنا مشکل ہے۔ بس مجملاً یوں سمجھنا چاہیئے کہ پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال پیدا کر دی گئی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ان پر آ پڑے گا۔ (تفہیم القرآن ص ۸۳ بحوالۂ سابقہ)

قرآن حکیم میں صراحتہً رفع طور یعنی طور کو بلند کرنے کا مذکور ہے۔ تفسیر جلالین شریف میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔ و رفعنا فوقکم الطور۔ الجبل اقتلعناہ من اصلہ علیکم اور اقتلاع کہتے ہیں۔ کسی چیز کے جڑ سے اکھاڑ دینے کو، مطلب یہ ہوا کہ اللہ قادر قیوم فرماتا ہے کہ ہم نے طور کو جڑ سے اکھاڑ کر تمہارے سروں پر بلند کیا۔ اسی طرح تفسیر مدارک میں ہے

استعناہ ، اقتلاع برکندن اہ - (صراح) فامر اللّٰہ تعالیٰ
جبریل علیہ السلام فقلعہ من اصلہ ورفع فظلہ فوقہم
خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے جبل طور کو
جڑ سے اکھاڑ کر ان کے سروں پر بلند کیا۔
مگر مودودی صاحب کے لیے یہ امر مشکل ہے کہ اتنا بڑا پہاڑ کیسے اٹھا کر
بلند کیا۔ لہٰذا اس کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی نظر میں ایسی خوفناک صورت
پیدا کر دی گئی جس سے ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ ان پر آ پڑے گا۔ حقیقتاً
رفع طور نہ تھا۔
سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۵- انک اذا لمن الظٰلمین کا ترجمہ کرتے
ہیں۔ "تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا" پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں۔ "وہ تمہارا
کام تو یہ ہے کہ جو علم ہم نے تمہیں دیا ہے سب سے بے پروا ہو کر صرف اسی پر سختی
کے ساتھ قائم ہو جاؤ اس سے ہٹ کر کسی کو راضی کرنے کی فکر کرو گے تو اپنے
پیغمبری کے منصب پر ظلم کرو گے۔ (تفہیم القرآن ص ۱۲۳ حوالہ مذکورہ)

الحاصل کلام: تم پیغمبر ہو کر اپنے منصب پیغمبری پر ظلم کرو گے۔ پھر تمہارا شمار
ظالموں میں ہوگا یعنی تم ظالم ہو۔
(معاذ اللہ من ہفوات المودودی)۔
اس کے متعلق مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں - فرماتے ہیں:-
"قولہ من الظٰلمین ای لمن المرتکبین الظلم الفاحش
وفی ذالک لطف السامعین وتہیج الثبات علی الحق
وتحذیر لمن یترک الدلیل بعد انارتہ ویتبع
الھویٰ وقیل الخطاب فی الظاھر للنبی صلی اللّٰہ تعالیٰ
علیہ وسلم والمراد امتہ (تفسیر مدارک التنزیل)
خلاصہ کلام یہ ہے کہ بظاہر یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اور

اس سے مراد امت ہے مگر مودودی کے کلام میں اس کے برعکس ہے کہ ترجمہ کلام میں تو لکھا کہ تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا اور تفصیل میں وضاحت کر دی کہ اپنے پیغمبری کے منصب پر ظلم کرو گے۔ العیاذ باللہ الذین اتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔
(تفہیم القرآن ص ۱۲۳ بحوالہ مذکورہ)

پھر اس کے متعلق لکھتے ہیں۔
"یہ عرب کا محاورہ ہے (تفہیم القرآن ص ۱۲۳) اولاً یعرفونہ میں جو ضمیر غائب ہے مودودی صاحب اس کو قبلہ کی طرف راجع فرماتے ہیں۔ ثانیاً معرفت حقیقی نہیں بلکہ بطور محاورہ عرب بتاتے ہیں۔ اب مفسرین کرام کی آراء ملاحظہ فرمائیں تفسیر جلالین شریف میں ہے "الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ ای محمداً کما یعرفون ابناءھم یہاں یعرفونہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اللہ علیم وحکیم فرماتا ہے۔ ہم نے جن کو کتاب عطا فرمائی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں۔ جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ تفسیر کبیر، روح المعانی اور خازن وغیرھم میں بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی یعرفونہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں آپ کو اپنے بیٹے سے زیادہ پہچانتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ کیونکر؟ کہا کہ مجھے حضور کی نبوت میں ذرا بھی شک نہیں لیکن ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکے کی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اور یہ لڑکا میرا نہ ہو۔

اسی لیے مودودی صاحب نے پہلے ہی اپنے دیباچہ میں قرآن کریم کے بارے میں ریمارک دیا کہ اپنے سابق کتابی تصور کے خلاف پاکر آدمی پریشان ہوجاتا ہے اور اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ (قرآن) ایک غیر مرتب۔ غیر مربوط (جس میں کوئی ربط نہیں) منتشر کلام ہے۔ (تفہیم القرآن ص ۱۴ حوالہ سابقہ)

دوسری جگہ فرمایا۔ "وہ جب ہم میں کوئی شخص قرآن کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو اُسے کتاب کے موضوع مدعا اور مرکزی مضمون کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کا انداز بیان اور طرز تعبیر بھی اسے کچھ اجنبی سا محسوس ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن ص ۱۵ حوالہ سابقہ)

مودودی صاحب بیچارے متحیّر اور پریشان ہیں کہ یہاں تحویل قبلہ کا ذکر مسلسل ہے پھر بعض فونہ میں ضمیر نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کیوں راجع ہوگی۔ لہٰذا اس سے مراد معرفت قبلہ ہی ہے لیکن یہ خیال نہ کیا کہ اس سے پہلی آیت میں وما انت بتابع قبلتھم مذکور جس کا معنی ہے کہ "اور نہیں ہو تم پیروی کرانے والے ان کے قبلہ کی"۔ اور یہاں بھی ان ہی کی معرفت کے بارے میں ارشاد فرمایا جارہا ہے۔ وما اھل بہ لغیر اللہ آیت ۱۷۳ سورہ بقرہ کا ترجمہ کرتے ہیں "اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لیا گیا ہو"۔ پھر اس کے متعلق فرماتے ہیں "اس کا اطلاق اس جانور کے گوشت پر بھی ہوتا ہے۔ جسے خدا کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو اور اس کھانے پر بھی ہوتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر بطور نذر ریکایا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جانور ہو یا غلہ یا اور کوئی کھانے کی چیز دراصل اسکا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ ہی نے وہ چیز ہم کو عطا کی۔ لہٰذا اعتراف نعمت، صدقہ یا نذر و نیاز کے طور پر اگر کسی کا نام ان چیزوں پر لیا جاسکتا ہے تو وہ صرف اللہ ہی کا نام ہے۔ اس کے سوا دوسرے کا نام لینا یہ معنی رکھتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ اس کی بالاتری بھی تسلیم کررہے ہیں اور اس کو بھی منعم سمجھتے ہیں۔

(تفہیم القرآن ص ۱۳۵ حوالہ سابقہ)

اس عبارت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں -

اولاً :- وما اھل بہ میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر کسی غیر اللہ کا نام لیا جائے -

ثانیاً :- غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کا گوشت بھی شامل ہے -

ثالثاً :- ہر وہ کھانا جو غیر اللہ کے لیے بطور نذر پکایا جائے -

رابعاً :- صدقہ، نذر و نیاز صرف اللہ ہی کے نام کی ہونی چاہیئے -

خامساً :- صدقہ، نذر و نیاز میں کسی غیر اللہ کا نام لینا گویا اس کی بالاتری تسلیم کرنا اور اسے منعم بنانا ہے اور منعم حقیقی اللہ ہی ہے تو کسی غیر اللہ کو منعم سمجھنا شرک اور منعم سمجھنے والا مشرک ہوگا -

"وما اُھل بہ کا مفہوم اور اس کا اطلاق"

قرآن کریم میں اللہ لطیف و خبیر ارشاد فرماتا ہے -

انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم -(آیت ۱۷۳ سورہ بقرہ پ۲)

ترجمہ :- اس نے یہی حرام کئے تم پر مردار اور خون اور گوشت سور کا اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو جو ناچار ہو (نہ یوں) کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں - بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

اللہ تعالیٰ ان اشیاء مذکورہ کی حرمت بیان فرما کر اس سے حالت اضطرار کا استثنار فرما رہا ہے کہ جو مجبور ہو وہ بقدر حاجت و ضرورت اگر کھائے تو اس پر گناہ نہیں اور مودودی صاحب کی عبارت سے یہ بات شرک ثابت ہوتی ہے - یہ اچھا شرک ہے کہ بحالت ضرورت شرک کے مرتکب کو گناہ بھی نہ ہو -

مودودی صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ حَرَّمَ بمعنی حرام ہے نہ کہ شرک۔ ملاحظہ فرمائیے کہ وما اھل بہ کے بارے میں مفسرین کرام کیا فرماتے ہیں۔ جلالین شریف میں ہے۔

"وما اھل بہ لغیر اللہ ای ذبح علی اسم غیرہ تعالیٰ والاھلال رفع الصوت وکانو یرفعونہ عند الذبح لالھتھم

اس سے معلوم ہوا کہ اھلال کے معنی ہیں بوقت ذبح آواز بلند کرنا، پس جس جانور پر بوقت ذبح کسی غیر اللہ کا نام لیا جائے اس جانور کا گوشت حرام ہے نہ کہ شرک۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

انما حکمتنا بالظاھرۃ بالباطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن۔

یعنی ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے۔ باطن کی تکلیف نہ دی جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا جانور کا حلال ہو جانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔ "اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وما اھل بہ لغیر اللہ میں صرف ان جانوروں کا ذکر ہے جن کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کا نام لے کر ذبح کیا جائے مگر مودودی صاحب نے ایک نئی شریعت، شریعتِ مودودیہ تصنیف فرمائی۔ جس کے مطابق وما اھل بہ لغیر اللہ کا اطلاق تمام اشیاء کو عام اور ہر چیز اس میں داخل کر کے اس کو مشرک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی حتیٰ کہ نذر و نیاز بھی اس میں شامل عرف عام میں نیاز فوت شدہ افراد کی ارواح کو ایصال ثواب کے لیے بولا جاتا ہے۔ کوئی جاہل اور بے وقوف بھی کسی زندہ کی نیاز نہیں کراتا۔ مودودی صاحب کے امام اعظم مصلح عام مولوی اسماعیل دہلوی جن کا مرتبہ مودودی صاحب کے نزدیک سیدنا عثمان غنی اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل ہے فرماتے ہیں"

جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچانے اور جناب الٰہی میں دعا کرے۔ اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص جس کی روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حقداروں میں سے ہے اس کے حق کے برابر اس ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی۔ پس امور مروّجہ یعنی اموات کے فاتحوں، عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

(صراط مستقیم صہ ۱۰۳-۱۰۴ مطبوعہ ملک سراج الدین، لاہور۔ نومبر ۱۹۵۶ء)

کاش مودودی صاحب نذر و نیاز کے بارے میں اپنے امام اعظم ہی کے قول کو پڑھ لیتے تو ایسا لکھنے کی جرأت نہ کرتے پھر بھی مودودی صاحب کے عقیدے میں نیاز نذر کی اشیاء پر صرف اللہ کا نام لیا جا رہا ہے۔ تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ مودودی صاحب اپنے خدا کے فوت شدہ (میّت) ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مگر ہمارا معبود اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حیّ و قیوم زندہ باقی ہے ہم اس کی شان میں ایسی عقیدت کفر سمجھتے ہیں ہمارے اموال و اشیاء ماکولات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اور ان کا ثواب بطور نیاز و فاتحہ اموات کی ارواح کے لیے ہے۔ اشیائے ماکولات جانور، غلہ، پھل، شیرینی وغیرہ تو کجا شریعت مطہرہ محمدیہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو خالص عبادت مثل نماز روزہ کو بھی غیر خدا کی جانب اضافت کرنے کو منع نہ فرمایا۔ مثلاً ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، عید کی نماز، بیماری کی نماز، جمعرات کا روزہ، اونٹوں کی زکوٰۃ اور کعبہ کا حج وغیرہم کہنا روزمرہ کا دستور اور کتب دینیہ میں مسطور، تو مودودی کے طور سب کو خدا کیئے اور شرک کا فتویٰ لگایئے۔ حدیث شریف میں ہے

من ذبح بضیفہ ذبحتہ کانت فداءً لہ من النار۔

ترجمہ:- جو اپنے مہمان کے لیے جانور ذبح کرے وہ ذبیحہ اس کا فدیہ

موجبائے آتش دوزخ سے۔ رواہ الحاکم فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پس جائے غور و فکر ہے۔ کھانا، غلہ، فروٹ اور شیرینی وغیرہ باعث اجر و ثواب ٹھہراتی اور نارِ دوزخ سے بچنے کی بشارت سناتی ہے اور جانور کو غیر اللہ کی طرف اضافت کرنے کو مستحسن اور باعثِ ثواب بتاتی ہے اور جانوروں کی نسبت اضافت بھی کتبِ دینیہ میں مذکور، مثلاً عقیقہ کا بکرا، قربانی کی گائے زبان زد خاص و عام ہے۔

اس مختصر سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت مودودی جدید شریعت ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اور مقابل ہے۔ شریعتِ اسلامیہ محمدیہ جن امور کو مستحسن اور باعث اجر و ثواب فرمائے۔ مودودی شریعت ان امور کو حرام ہی نہیں بلکہ شرک ٹھہرائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالیٰ علےٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین ٥

محمد عبد الوہاب خان قادری رضوی
۱۵/ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ
لاڑکانہ

Scanned by CamScanner